اسلامی نظام معاشرت کا ایک بہت اہم پہلو

جناب حکیم شریف احسن صاحب

(۳)

ہمسایوں کے درمیان ایک اور مابہ النزاع معاملہ دیوار پر لکڑی رکھنے کا ہے۔ جو شخص پہلے مکان بنا لیتا ہے عموماً وہ بطیب خاطر اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ دوسرا اس کی دیوار کو استعمال کرے۔ یہ چیز دلوں میں گرہ پڑنے کا باعث بن جاتی ہے۔ اور ایک ایسے معاشرے میں ہمسایوں کے باہمی تعلقات کو سم آلود کرنے کا باعث بنتی ہے جس کی بنیاد ہی اخلاص و ایثار پر رکھی گئی ہے۔ اس چیز کے سدباب کے لیے حضورؐ نے ارشاد فرمایا: لا یمنع احدکم جارہ ان یغرز خشبۃ فی جدارہ[1] یعنی تمہیں اپنی دیوار میں پڑوسی کو لکڑی رکھنے سے روکنا نہیں چاہیے۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضؓ ہیں۔ انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ اس بارے میں متامل ہیں تو فرمایا: "اس سے منہ کیوں موڑتے ہو (اس پر تیار نہ ہوئے تو) خدا کی قسم میں اسے تمہارے کندھوں کے درمیان ڈال دوں گا[2]" اس حدیث کو باختلاف الفاظ راویوں کی ایک کثیر تعداد نے روایت کیا ہے۔ بعض روایات میں "لا یمنعن" کے الفاظ آئے ہیں جن میں تاکید زیادہ ہے، یعنی ہرگز نہ روکنا۔ بعض

---

[1]، [2] مسلم ۲/۳۲، ابوداؤد ۵۱۱، ۵۱۲، ترمذی ۱/۱۶۱، ابن ماجہ سنن، فاروقی دہلی ت، ن ص ۱۷۰۔ امام مالک موطا، دارالاشاعت کراچی ت ن ص ۳۱۱۔ مسند احمد ۲۳۰، ۲۴۰، ۲۷۴۔

میں فی کی جگہ علیٰ آیا ہے۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔ یعنی ہمسایہ اپنے ہمسائے کی دیوار پر شہتیر رکھنا چاہے یا اس میں گاڑنا چاہے تو روکنا نہیں چاہیے۔ کچھ لوگوں نے اس کے امرِ مندوب یا واجب ہونے پر بحث کی ہے۔ ہمیں یہاں اس سے غرض نہیں۔ اتنا واضح ہے کہ امر مندوب ہو یا واجب اس پر عمل کا حوصلہ وہی لوگ کر سکتے ہیں، جو یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ[1] "کے مرتبے پر فائز ہونے کا عزم رکھتے ہوں ــــ" ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں"۔

تحفہ دینا باہمی محبت کو قائم اور استوار کرنے کا ایک آزمودہ نفسیاتی طریقہ ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ معمولی تحفے بھی انسان کا دل جیت لیتے ہیں۔ حضورؐ نے بھی ہمسایوں کو ان کے بارے میں اسی لیے تاکید کی ہے تاکہ ان کے درمیان رشتۂ الفت مضبوط ہو۔ کم از کم کھانا کھاتے وقت ہمسایہ کو فراموش نہ کریں۔ اور روکھا سوکھا جو کچھ دسترخوان پہ ہو اُس میں سے پڑوسی کو بھی کچھ بھجوا دیں۔ آپؐ نے اس پہلو پر خاص زور دیا ہے ــــ ظاہر ہے اس سے مقصود محض تحائف کا لین دین نہیں بلکہ مدِنظر خوب صورت انداز میں ہمسایوں کی خبر گیری کرنا ہے۔ کیا خبر پڑوس میں چولہا گرم بھی ہوا یا نہیں!

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ خواتین کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے ــــ "کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لیے معمولی سے ہدیہ کو بھی حقیر نہ سمجھے، خواہ بکری کا کھُر ہی کیوں نہ ہو بھجوا دے[2]"۔ خواتین کو آپؐ نے خاص طور پر اس لیے مخاطب کر کے فرمایا کہ باورچی خانہ کے متعلقہ امور ان کی تحویل میں ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ لڑائی جھگڑا بھی عموماً عورتوں میں رہتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اس کے باوجود خود ان کی اپنی روایت کے مطابق حضورؐ نے انہیں بتاکید حکم دیا کہ "جب تم شوربا

---

[1] القرآن ۵۹/۹ ترجمہ: اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں احتیاج ہو۔

[2] بخاری، الصحیح ۴/۳۷، مسلم، الصحیح ۱/۳۳۱۔

پکاؤ تو اس میں پانی ڈال دو اور اپنے پڑوسیوں کی خبرگیری کرو۔" [۱] مطلب یہ کہ اگر سالن زیادہ ضرورت نہیں ہے تو اس میں پانی ڈال کر اس کا کچھ حصہ پڑوسی کو بھجوا دو۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں دو دو ماہ چولہا نہیں جلتا تھا۔ اس کے باوجود ازواجِ مطہرات پڑوسیوں کی خبرگیری کا اہتمام کرتیں۔ چیز کم ہوتی تو ایک ہی کو بھجوا دیتیں۔ اسی لیے حضرت عائشہؓ کو حضورؐ سے دریافت کرنا پڑا کہ "حضورؐ میرے دو پڑوسی ہیں، میں کس کو ہدیہ بھجواؤں؟" فرمایا "اسے جس کا دروازہ قریب ہے"۔ [۲] پڑوسیوں کی خبرگیری کے سلسلے میں سب سے بڑھ کر آپ کا وہ ارشاد ہے، جس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی مذہبی، اخلاقی، سیاسی یا معاشی نظام میں نہیں ملتی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: لیس المؤمن الذی یشبع وجارہ جائع [۳] وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھانا کھالے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ کوئی شخص خواہ زہد و تقویٰ کے کتنے اونچے مرتبہ پر فائز ہو، اگر وہ خود شکم سیر ہے اور اس کا ہمسایہ خالی شکم تو اس ارشادِ نبوی کے مطابق وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

یہ حدیث ایک شاہ کلید ہے جس سے معاشرتی مسائل کا مشکل سے مشکل قفل کھولا جا سکتا ہے۔ یہ کفالت کا ایک ایسا نظام مہیا کرتی ہے جس میں کوئی بھوکا نہیں رہ سکتا۔ اس قدر ترقی کے باوجود دنیا اس کے تصور تک بھی نہیں پہنچ سکی۔ دنیا میں کوئی ایسا معاشرہ نہیں کہ جس کا ہر فرد اس کا مکلف ہو کہ اس کے آس پاس بھوک کا سایہ نہیں پڑے گا۔ ورنہ وہ معاشرے کی رکنیت سے محروم ہو جائے گا۔ دنیا میں آج رفاہی ریاستیں موجود ہیں لیکن یہ کسی ریاست کے بس کی بات نہیں کہ وہ ہر وقت اپنے ہر شہری کی خبرگیری کرے۔ یہ صرف اسلام کے نظام جوار میں ممکن ہے۔

---

[۱] مسلم، الصحیح ۲/ ۳۲۹

[۲] بخاری، الصحیح ۴/ ۳۷

[۳] بخاری، الادب المفرد ص ۳۹

حقوق ہمسایہ کا یہ پہلو اتنا اہم ہے کہ اس کے بارے میں آخرت کی باز پرس سے حضورؐ نے خاص طور پر متنبہ کیا ہے۔ فرمایا: "قیامت کے روز بہت سے ہمسائے اپنے ہمسایوں کا گریبان پکڑیں گے۔ اور بارگاہِ الٰہی میں نالش کریں گے کہ اس نے کیوں اپنا دروازہ بند کر کے مجھے اپنے فیض سے محروم رکھا۔"[۱] یہاں حضورؐ کا یہ ارشاد بھی پیشِ نظر رہے کہ "قیامت میں سب سے پہلے دو پڑوسیوں کا مقدمہ پیش ہوگا۔"[۲]

خبر گیری اور کفالت کا یہ نظام محض خیالی نہیں ہے۔ سیرتِ صحابہؓ میں اس کی تابناک مثالیں ملتی ہیں۔ اِس سلسلہ میں وہ اپنے غیر مُسلم ہمسایوں کو بھی فراموش نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کے گھر بکری ذبح کی گئی۔ گھر آتے ہی آپ نے پُوچھا "ہمارے یہودی ہمسایہ کو بھی کچھ بھیجا ہے۔" آپ نے یہ سوال تین بار دُہرایا پھر کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سُنا ہے کہ "جبریلؑ مجھے ہمسایہ کے بارے میں اتنی تاکید کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اسے ورثہ میں حق دار ٹھیرا دیں گے"[۳] موطا میں ہے کہ ایک دن حضرت جابرؓ گوشت لے جا رہے تھے، حضرت عمرؓ نے دیکھا اور پُوچھا۔ تو عرض کیا "امیر المومنین گوشت کھانے کو جی چاہ رہا تھا۔ ایک درم کا خریدا ہے"۔ فرمایا، "کیا تم اپنے ہمسایہ یا ابن عم کی خاطر بھوکے نہیں رہ سکتے"[۴] مطلب یہ تھا کہ یہ خواہش تمہارے پڑوسی اور عزیز میں بھی ہوسکتی ہے، لہٰذا پہلے اُن کا خیال کرو، پھر اپنا۔ پڑوسیوں کے سلسلہ میں حضورؐ کا حضرت ابوذرؓ کو حکم اُوپر گذر چکا ہے۔ وہ اس پر اس حد تک کاربند تھے کہ اپنی بکریوں کا دُودھ دُوھ کر پہلے اپنے پڑوسیوں اور مہمانوں کو پلاتے پھر خود پیتے۔ عینی شاہد کے

۱۔ بخاری الادب المفرد، ص ۳۹۔

۲۔ مسند احمد ۴/ ۱۵۱

۳۔ ابوداؤد ص ۶۳۱، ترمذی ۲/ ۱۶، بخاری الادب المفرد ص ۴۴۔

۴۔ امام مالک، موطا ص ۳۷۳۔

مطابق ایک رات ایسا ہوا کہ دودھ اور کھجوریں پڑوسیوں اور مہمانوں کو پیش کر دیں اس معذرت کے ساتھ کہ اگر ان کے پاس ان سے بہتر چیز ہوتی تو اسے بھی وہ ان کے سامنے لا کر رکھ دیتے ۔ اس طرح جو موجود تھا دوسروں کی نذر کر دیا اور خود اس رات بھوکے سو گئے۔[1]

حقوق ہمسایہ کے بارے میں دو چیزیں ہمیشہ ذہن میں رہنی چاہئیں ۔ ایک امام غزالیؒ کا یہ نکتہ کہ حقِ جوار ان حقوق کے علاوہ ہے جو ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر ہیں ۔ دوسرے یہ کہ تمام پڑوسیوں کے حقوق ایک جیسے نہیں ہیں ۔ ایک حدیث[2] کی رُو سے پڑوسیوں کی تین قسمیں ہیں : ایک پڑوسی ہے اس کے تین حق ہیں : پڑوس کا حق ، رشتہ داری کا حق اور اسلام کا حق ۔ ایک پڑوسی ہے اس کے دو حق ہیں : پڑوس کا حق اور اسلام کا حق ۔ اور ایک پڑوسی ہے اس کا ایک حق ہے (یعنی پڑوس کا حق) اور وہ ہے مشرک (غیر مسلم)

قرآن و حدیث کی ان تعلیمات سے واضح ہے کہ اسلامی معاشرہ وہ جنّت نہیں ہے جس میں "کسے را باکسے کارے نباشد" ۔ یہ ایک شاعر کی خیالی جنّت کا نقشہ تو ہو سکتا ہے، لیکن اندھیروں اور اجالوں کی اس دُنیا میں یہ ممکن نہیں ہے کہ اسلامی معاشرے کے افراد ایک دوسرے سے بے نیاز بلکہ بے گانہ ہو کر رہیں ۔ اور "تم اپنا رُخ اُدھر کو کر لو، ہم اپنا رُخ اِدھر کو کر لیں"، کہ کوئی کسی کو لائقِ التفات نہ سمجھے ۔ ان تعلیمات کا لُبِ لباب یہ ہے کہ معاشرے کا کوئی فرد غم کے بوجھ کے نیچے دَب کر نہ رہ جائے ۔ غم ہو تو آس پاس کے لوگ اسے آپس میں بانٹ کر ہلکا کر دیں ۔ مسرتوں کا سورج نکلے تو وہ بھی کسی ایک حویلی یا محل میں مقید ہو کر نہ رہ جائے ۔ اس کی کرنیں پورے ماحول کو روشن

(باقی بر صفحہ ۳۹)

[1] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ، دار بیروت ۔ ت ۔ ن ۔ ۲/ ۲۲۵، ۲۲۶

[2] حافظ عراقی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے ۔ لیکن مضمون اس کا بالکل درست ہے ۔